آمنہ ریاض

قلعہ فلک بوس کا آسیب آیوشمتی... ایک بھٹکتی روح جس کے اسرار سے کوئی واقف نہیں ہے۔
معاویہ فلک بوس آتا ہے تو اسے وسامہ کی ڈائری ملتی ہے۔
فلک بوس میں وسامہ اپنی بیوی آئے کت کے ساتھ رہتا ہے۔ وسامہ بہت اچھا اور ذہین مصنف ہے۔ وہ باوقار اور وجیہہ شخصیت کا مالک ہے لیکن ایک ٹانگ سے معذور ہے۔ وہ غیر معمولی حساس ہے۔ اسے قلعہ فلک بوس میں کوئی روح محسوس ہوتی ہے۔ آوازیں سنائی دیتی ہیں لیکن کوئی نظر نہیں آتا۔ معاویہ' وسامہ کا پھوپھی زاد بھائی ہے' آئے کت اور وسامہ' معاویہ کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قلعہ فلک میں آیوشمتی کی روح ہے لیکن معاویہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے' اسے اس بات پر یقین نہیں آتا۔
کہانی کا دوسرا ٹریک جہاں تین بھائی جوائنٹ فیملی سسٹم کے تحت رہتے ہیں۔
صابر احمد سب سے بڑے بھائی ہیں۔ صابر احمد کی بیوی صباحت تائی جان ہیں اور تین بچے' رامین' کیف اور فہمینہ ہیں۔ رامین کی شادی ہو چکی ہے۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ملائیشیا میں ہے۔
شفیق احمد کی بیوی فضیلہ چچی ہیں۔ مالی لحاظ سے وہ سب سے مستحکم ہیں۔ شفیق احمد نے ان سے پسند کی شادی کی تھی۔ دو بیٹیاں صیام اور منہا ہیں اور دو بیٹے شاہجہاں اور شاہ میر ہیں۔ بڑے بیٹے شاہ جہاں عرف مٹھو بھائی کا دماغ چھوٹا رہ گیا ہے۔

باسط احمد تیسرے بھائی کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کی بیوی روشن امی اور دو بیٹیاں خوش نصیب اور ماہ نور ہیں۔۔۔ خوش نصیب کو سب منحوس سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ تنگ مزاج ہو گئی ہے۔ خوش نصیب کی نانی بھی ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ خوش نصیب کو دونوں چچاؤں سے شکایت ہے کہ انہوں نے ان کا حق نہیں دیا ہے۔ گھر کا سب سے خراب حصہ ان کے پاس ہے۔ صباحت تائی جان اور روشن امی خالہ زاد بہنیں ہیں۔ صباحت تائی جان کے چھوٹے بھائی عرفات ماموں جو بہت نرم گفتار اور دل موہ لینے والی شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے شادی نہیں کی۔ وہ کیف کے ماموں ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا آئیڈیل بھی ہیں۔

کہانی کا تیسرا ٹریک منفرا اور تیمی ہیں۔ منفرا امریکہ میں پڑھنے آئی ہے۔ ہاسٹل میں رہتی ہے۔ زیر زمین ٹرین میں ان کی ملاقات معاویہ سے ہوتی ہے۔ منفرا کی نظریں معاویہ سے ملتی ہیں تو اسے وہ بہت عجیب سا لگتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی سفاکی اور بے حسی ہے۔ منفرا چونک سی جاتی ہے۔

۶
چھٹی قسط

وہ جانتا تھا، جلد یا بدیر سب اسے پاگل سمجھنے لگیں گے اور یہی ہو رہا تھا۔

معاویہ واپس تو چلا گیا، لیکن کچھ خاص خوش نہیں تھا۔۔۔ گو کہ اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا، لیکن وسامہ جانتا تھا، معاویہ کا رویہ ہر چیز واضح کر رہا تھا۔

وہ وسامہ کے ساتھ اس طرح پیش آ رہا تھا جیسے وسامہ کسی موذی مرض میں مبتلا ہو گیا ہو اور اس کے ٹھیک ہونے کی امید بھی باقی نہ رہی ہو اور یہ بات وسامہ کو عجیب الجھن اور بے زاری میں مبتلا کر رہی تھی۔

اس نے خود کو کئی بار یقین دلانے کی کوشش کی کہ جو کچھ وہ محسوس کرتا ہے، وہ اس کی غلط فہمی ہے اور آسیب جیسی کسی چیز کا کوئی وجود ہے ہی نہیں۔ لیکن ہر بار جب وہ خود کو باور کروا چکا ہوتا تو کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو جاتی، جو یہ یقین دلاتی کہ وہ آسیب ہے اور بالخصوص اسی کے تعاقب میں ہے۔ ایک اچھا خاصا انسان، جو ضعیف الاعتقاد بھی

نہ ہو' معاشرے میں ایک مضبوط حیثیت بھی رکھتا ہو' وہ جب اس طرح کے حالات کا شکار ہوتا ہے تو اسے ایک عام آدمی سے زیادہ ذہنی و جذباتی توڑ پھوڑ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وہ دوسروں کی ذہنی گتھیاں کھول کر رکھ دیتا تھا' اب اس کا اپنا ذہن مقفل ہو چکا تھا اور اس قفل کو توڑنے کا کوئی طریقہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ جن' بھوت' آسیب کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ عموماً" ان سے متعلقہ جو کہانیاں دنیا والوں نے بن رکھی ہیں۔ جھوٹ اور فریب پر مبنی رہی ہیں۔

سوال یہ نہیں تھا کہ فلک بوس آسیب زدہ تھا یا نہیں۔ سوال یہ تھا کہ وہ آسیب اس کے پیچھے ہی کیوں پڑ گیا تھا؟ اور بالفرض محال یہ اس کا وہم بھی تھا تو وہ ہم ختم کیوں نہیں ہو پا رہا تھا؟

یہ اور اسی طرح کے اور بہت سے سوال' اسے مزید سے مزید تر ذہنی ابتری کا شکار بنا رہے تھے۔

معاویہ نے جانے سے پہلے اس سے بات کرنے کی کوشش کی' لیکن زندگی میں پہلی بار وہ اس سے ڈھنگ سے بات نہیں کر سکا۔ اس بات کا اسے افسوس بھی ہوا' لیکن وہ کیا کرتا۔ اپنی ذہنی حالت جیسے اس کے قابو میں ہی نہیں رہی تھی' وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا' سب کو کیسے اپنی بات کا یقین دلائے۔ معاویہ نے واپس جاتے ہی ملک کے مشہور و معروف سائیکاٹرسٹ سے اپائنٹمنٹ لی' لیکن جب یہ بات وسامہ کو پتا چلی تو وہ بے زار ہو گیا۔

"تم اپنا وقت اور پیسہ دونوں برباد کرو گے۔۔۔ مجھے کسی سائیکاٹرسٹ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں تمہاری بات مان لیتا ہوں کہ تمہیں ضرورت نہیں ہے' لیکن کیا تم میری اور آئے کت کی خوشی کے لیے سائیکاٹرسٹ سے نہیں مل سکتے؟" معاویہ نے جذباتی ہتھیار پھینکا۔

وسامہ چپ سا رہ گیا۔ اس بات کے بعد وہ انکار نہیں کر سکتا تھا' لیکن اقرار خود اس کی اپنے حوصلے ہمت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا۔

"مجھے معاف کرنا معاویہ! لیکن میں نہیں جاؤں گا۔"

"او بھائی! ایک بار بات کر لینے میں کیا جاتا ہے؟" اس نے اصرار کیا۔ "دنیا کا کوئی سائیکاٹرسٹ میرا مسئلہ سمجھ نہیں سکتا۔۔۔ وہ آسیب۔۔۔ عقل سے ماورا چیز ہے۔۔۔ مافوق الفطرت چیزیں سائیکالوجی کی سمجھ میں نہیں آتیں۔" وسامہ جیسے جذباتی ہو کر بولا تھا۔

"زیادہ سے زیادہ کوئی سائیکاٹرسٹ کیا کرے گا؟ مجھے ذہن اور اعصاب کو پرسکون کرنے کی دوائیاں دے دے گا؟ اس سے میں کچھ دیر کے لیے اس پریشان کن صورت حال سے کٹ جاؤں گا۔۔۔ لیکن ان ادویات کے استعمال کے بعد کیا وہ آسیب بھی فلک بوس سے نکل جائے گا۔۔۔ کیا اس کا اثر میری زندگی پر ختم ہو جائے گا؟"

معاویہ کوئی جواب نہیں دے پایا' وسامہ نے تھک کر فون ہی بند کر دیا۔ ابھی فون بند کیا ہی تھا کہ وسامہ کے پبلشر کا فون آگیا۔ وہ کتاب کے آخری ڈرافٹ کا تقاضا کر رہا تھا۔ وسامہ نے اس سے وعدہ کیا کہ آخری ڈرافٹ وہ جلد ہی مکمل کر لے گا' لیکن فون بند کر کے اس نے خود سے اعتراف کیا' جن حالات میں وہ رہ رہا تھا آخری ڈرافٹ لکھنا اتنا بھی آسان نہ تھا' اگر ایسا ہو تا تو اب تک یقیناً" وہ ڈرافٹ مکمل کر چکا ہوتا۔

فوری طور پر دوسرا خیال جو اسے آیا وہ یہ تھا کہ وہ ملک کے ادبی حلقوں کا ایک مایہ ناز نام ہے۔ جہاں چاہنے والے تھے' وہیں ایک بڑی تعداد اس کے حاسدین کی بھی تھی' ایسے میں اس کی ذہنی حالت کی ابتری کی خبر فلک بوس سے نکلتی تو جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی اور اس کے نام کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتی۔ اپنے نام کو خراب ہونے سے بچانے کا ایک یہ ہی طریقہ ہو سکتا تھا کہ اس کی نئی کتاب جلد منظر عام پر آتی اور مخالفین اور حاسدین کا منہ بند کرا دیتی۔ وسامہ نے دل کڑا کر کے خود سے عہد کیا کہ اپنے ذہن کو آسیب کے خوف سے نکال کر وہ جلد لکھنے کی

کوشش کرے گا۔ لیکن اس روز اس سے اگلے روز اور پھر اس سے اگلے بھی روز وہ اپنا عہد پورا نہیں کر پایا۔
وہ ذہنی یکسوئی جو تخلیقی کام کے لیے ضروری ہوتی ہے' وسامہ کو مل ہی نہیں پا رہی تھی۔ ان ہی دنوں معاویہ نے اسے کچھ ادویات بھجوا دیں' جن کے بارے میں معاویہ کا کہنا تھا' اس نے کسی سائیکاٹرسٹ سے وسامہ کا کیس ڈسکس کر کے حاصل کی ہیں۔ وسامہ دوائیوں کے اس لفافے کو دیکھ کر عجیب سی ذہنی کیفیت کا شکار ہوا' لیکن ذہنی سکون کے لیے اس نے ان ادویات کا استعمال شروع کر دیا۔
ان ادویات کے استعمال کی وجہ سے وہ گھنٹوں سویا رہتا۔ لیکن یہ نیند دیکھنے والوں کے لیے تھی۔ خود اسے عجیب بے چینی سی محسوس ہوتی رہتی تھی اور ایسا لگتا تھا وہ سوئی جاگی کیفیت کا شکار ہے۔ سارا وقت اسے عجیب عجیب خواب اور مناظر نظر آتے رہتے۔ کبھی وہ خود بھاگ رہا ہوتا اور کبھی کوئی اس کے تعاقب میں ہوتا۔ سوتے ہوئے ایسا لگتا' کوئی ہیولا اس کے ساتھ آ کر بیٹھا ہے' اسے ہاتھ لگا رہا ہے' آنکھ کھل جاتی تو غنودہ ذہن کے ساتھ یہ سائے اسے خود پر لپکتے ہوئے محسوس ہوتے۔ وہ سو رہا ہوتا تو دل چاہتا اٹھ بیٹھے اور جاگ جاتا تو ذہن مزید سونے کی ترغیب دینے لگتا۔ سر بھاری اور آنکھیں سرخ رہنے لگیں اور وہ بے چارہ جو یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کچھ لکھ پائے گا' ان چار حرفوں کو لکھنے سے بھی گیا جو اس سے پہلے لکھ پا رہا تھا۔
''آپ کی بات صحیح تھی' ان دوائیوں سے اور کچھ نہیں ہو رہا۔ صرف آپ سو رہے ہیں۔'' اس روز آئے کت نے اس کی حالت سے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔
وسامہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش رہا۔ اب اکثر ایسا ہوتا تھا۔ آئے کت اس سے بات کرنے کی کوشش کرتی' وہ خاموش رہتا' بلکہ صرف یہ ہی نہیں وہ پہروں خاموش بیٹھ کر گزار دیتا تھا اور آئے کت کو اس کی اس کیفیت سے خوف آتا تھا۔ اس نے دو چار بار وسامہ سے بات کرنے اور اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی' لیکن ناکام ہونے کے بعد مایوس ہو کر اٹھ گئی۔ اس شام فلک بوس میں عامل بابا تشریف لائے جن کا دعوا تھا' وہ ہر قسم کے شرارتی جن اور آسیب کو قابو کرنے کا گر جانتے ہیں۔ جس طرح ضدی سے ضدی محبوب کو قدموں میں لایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بھوت اور بدروحوں کو بھی زیر کرنے کے طریقے موجود ہیں' بس آپ کو عمل آنا چاہیے۔
یہ عامل بابا' آئے کت کی دریافت تھے۔ وہ انہیں وادی سے لے کر آئی تھی اور صرف اس امید پر ڈھونڈ کر لائی تھی کہ ان کے عمل سے وسامہ بہتر محسوس کرنے لگے گا۔ اس کا خیال تھا' وسامہ عامل بابا کو دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کرے گا' وسامہ ان دنوں بے زاری کا شکار ضرور تھا' لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق اس نے عامل بابا کو فلک بوس میں عمل کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک تو یہ کہ وہ کوئی معمولی عامل نہیں لگ رہے تھے' ان کا حلیہ عامل کے حلیے سے یکسر مختلف تھا۔ انہوں نے عام سی شلوار قمیص پہن رکھی تھی اور عام عاملوں کی طرح داڑھی رکھنے کے بجائے کلین شیو تھے دوسرے عامل بابا کا پہلا جملہ ہی اسے چونکا گیا تھا۔

''یہ بچہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ قلعہ بدروح کے اثرات سے بھرا ہوا ہے۔'' انہوں نے ادھر ادھر کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ آئے کت اور وسامہ نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔
''آپ۔۔۔ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟'' وسامہ نے پوچھا۔
''میں اس بدروح کی موجودگی کو محسوس کر سکتا ہوں۔'' عامل بابا نے سنجیدگی اور قدرے فکر مند لہجے میں کہا۔ ساتھ ساتھ وہ گہرے گہرے سانس لے رہے تھے اور ان کے چہرے پر فکر مندی بڑھتی جا رہی تھی۔

وسامہ یہ سن کر ایک دم سے پُرجوش ہوا کہ کوئی اور بھی ہے جو اس کے علاوہ آلو شمتی کی موجودگی کو محسوس کر سکتا ہے۔

"یہ دیکھو۔ دیکھو میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ بدروح یہیں ہمارے آس پاس ہے۔"

عامل بابا اب سارے کمرے میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اور منہ اٹھائے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کسی لے میں بول رہے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ ان پر آلو شمتی کی موجودگی کو محسوس کر کے وسامہ والی کیفیت طاری نہیں ہوئی تھی۔ پھر عامل بابا چلتے چلتے رک گئے اور آنکھیں بند کر کے زیر لب کوئی ورد کرنے لگے۔ ورد کرتے ہوئے ان پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی، ایسے جیسے وہ بے چین ہو رہے ہوں۔ چہرے پر کرب ناک تاثرات آ گئے۔ وہ اپنا سر اُدھر اُدھر مارنے لگے۔ "جا چلی جا... نکل جا فلک بوس سے... چھوڑ دے اس کا پیچھا۔"

وہ سر ادھر ادھر مارتے ہوئے زور زور سے بولنے لگے۔ آئے کت اور وسامہ سہم کر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے، لیکن بول ایک لفظ بھی نہ سکے۔ عامل بابا نے آنکھیں کھولیں۔ ان کی آنکھیں ڈرا دینے کی حد تک لال ہو رہی تھیں۔ چند منٹ لگے انہیں اپنی اصل کیفیت میں واپس آنے میں۔

"بہت طاقت ور آسیب ہے... اسے بھگانے کے لیے مجھے پوری رات عمل کرنا پڑے گا، لیکن آپ بے فکر ہو جائیں... اگرچہ اس عمل کو کرتے ہوئے میری جان کو خطرہ لاحق رہے گا، لیکن میں عمل اس وقت تک ختم نہیں کروں گا جب تک وہ آسیب آپ کا پیچھا چھوڑ نہیں دیتا۔" عامل بابا کا انداز بڑا تسلی آمیز تھا۔

"لیکن آپ کی جان کو تو ہم خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔" وسامہ نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ "میری فکر نہ کریں... میں نے اس سے زیادہ طاقت ور جنوں اور بدروحوں کو زیر کیا ہے... مشکل ہو گا، لیکن میں کر لوں گا۔" عامل بابا بہت پر یقین تھے۔

"اور بدلے میں... ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟" آئے کت نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ایک بار اس بدروح کو میرے قابو میں آ لینے دیں... اس کے بعد سب کچھ طے کر لیں گے۔" عامل بابا نے مسکرا کر کہا۔ آئے کت تذبذب کا شکار ہوئی، لیکن پھر جلدی سے بولی۔

"آپ کا عمل کتنی دیر میں مکمل ہو گا؟ اور کیا آپ یہ عمل فلک بوس میں کریں گے؟"

"جی ہاں... عمل تو فلک بوس کے اندر رہ کر ہی کرنا ہو گا... اور کتنا وقت لگے گا اس کے بارے میں... میں حتمی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتا... چوبیس گھنٹے تو لازمی لگیں گے، شاید اس سے زیادہ وقت بھی لگ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔"

"سامان میں لکھ دیتا ہوں... مجھے یہ سب منگوا دیں۔" عامل بابا نے ایک پرچی آئے کت کے ہاتھ میں تھما دی، جس پر لوبان کی لکڑی، قینچی، ایک سات گز لمبی رسی، دیسی انڈے، ایک سو سوئیاں ٹائپ چیزیں لکھی ہوئی تھیں۔

"ٹھیک ہے... میں ملازم سے یہ سب چیزیں منگوا دیتی ہوں۔"

"مجھے فلک بوس کا کوئی ایسا کمرہ دکھائیں جو عمارت کے بالکل درمیان میں ہو... جو عمل میں کرنے والا ہوں، وہ عمارت کے درمیان میں ہی ہو سکتا ہے۔"

وسامہ خاموشی سے عامل بابا کو اس جگہ لے گیا، جسے فلک بوس کا درمیان کہا جا سکتا تھا۔ آئے کت نے عامل بابا کو ان کا مطلوبہ سامان منگوا دیا اور پُرامید دلوں کے ساتھ بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ مغرب سے پہلے تک عامل بابا

نے عمل کی تیاری کی اور مغرب کے بعد عمل شروع کیا' جس کے بارے میں ان کا دعوا تھا۔ چوبیس گھنٹے سے زیادہ وقت لگ سکتا ہے۔ وہ عمل شروع ہوا تو آیوشمتی نے انہیں چوبیس تو کیا چار گھنٹے بھی نکالنے نہیں دیے۔ ایسی درگت بنائی عامل بابا کی کہ وہ اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگے اور پھر پلٹ کر فلک بوس کی طرف نہیں دیکھا۔ سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے اور... اور وسامہ کی یہ امید بھی ٹوٹ گئی۔

☼ ☼ ☼

عامل بابا اتنی بری طرح خوف زدہ ہوئے تھے کہ اس رات خود پر بیتی ہوئی کیفیت کے بارے میں بتا بھی نہیں پا رہے تھے۔ وسامہ نے بڑی دقت سے انہیں بولنے پر مجبور کیا تھا۔

"وہ... وہ بہت بھیانک چہرہ تھا... ایسے عمل کے دوران کانوں میں آوازیں ضرور آتی ہیں' لیکن آنکھیں اور کان بند رکھ کر عمل مکمل کرنا ہوتا ہے... آج سے پہلے کبھی میں نے ایسی کسی آواز پر آنکھیں نہیں کھولیں... لیکن کل... پتا نہیں کیوں ان آوازوں سے میں ڈر گیا اور میں نے آنکھیں کھول دیں... وہ چہرہ بالکل میرے سامنے تھا... اور ایسا کریہہ تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتا... اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور ایک ہاتھ سے اٹھا کر دیوار پر دے مارا... اگر میں وہاں سے بھاگ نہ گیا ہوتا تو وہ مجھے جان سے مار دیتی۔"

اور وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگے... صاف پتا چلتا تھا ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں رہی۔ وسامہ نے دیکھا ان کے چہرے اور بازوؤں پر مار پیٹ کے نشان تھے۔ دیوار سے ٹکرانے کی وجہ سے سر پھٹ چکا تھا' جس پر اس وقت پٹی بندھی تھی۔ وسامہ کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔

"کوئی اور پیر فقیر' تانترک رہ گیا ہے' تو اسے بھی لے آؤ... تاکہ سب آئیں اور اس آسیب کے شر کا شکار ہو کر میری پریشانی میں اضافہ کرتے رہیں۔" وسامہ نے بے بسی بھرے غصے کے ساتھ آئے کت سے کہا تھا۔

آئے کت نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ "ان سب باتوں کے باوجود... میرا دل یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ یہاں آسیب جیسی کوئی چیز ہے۔" وہ جیسے یہ سب برداشت کرتے کرتے تھک چکی تھی اور آج بڑا تھک ہار کر ہی بولی تھی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" وسامہ بھڑک اٹھا۔ "تمہیں لگتا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں یا اب تک آیوشمتی کی موجودگی کی وجہ سے جو بھی حادثات ہوئے ہیں وہ فرضی تھے؟"

"میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں..." وہ جلدی مگر تحمل سے بولی۔ "لیکن وہ تمام حادثات جو فلک بوس میں رونما ہوئے... اگر غور کریں تو محض حادثات بھی ہو سکتے ہیں... ہم کیوں انہیں آیوشمتی سے منسوب کرنے پر تلے ہوئے ہیں' جبکہ ہم نے کبھی اسے دیکھا بھی نہیں۔"

"کانسٹیبل اسلم کی موت کا کوئی جواز ہے تمہارے پاس؟" وسامہ کی ناراضی میں اضافہ ہوا۔ "اور اب اس عامل پر ہونے والا حملہ..."

"ممکن ہے' وہ عامل عمل کے دوران ڈر گیا ہو... جو ایسی عجیب و غریب باتیں کر رہا ہے۔" آئے کت نے جھلاہٹ آمیز پریشانی کے ساتھ کہا۔

"ہر چیز کو ہم فرض نہیں کر سکتے آئے کت! میں تمہیں بتا رہا ہوں... میں نے اس عورت کی موجودگی کو محسوس کیا ہے... تم دیکھ لینا... جلد یا بدیر وہ خود بھی سامنے آکر کھڑی ہو جائے گی... اور وہ میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔" وہ ایک ٹرانس میں بولنے لگا تھا۔

"آپ ایسی باتیں کیوں سوچتے ہیں۔" وہ دہل گئی۔

"ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں وسامہ! سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔" "ہم یہاں سے نہیں جاسکتے۔۔۔ یہاں رہنا تمہاری خواہش تھی۔"

"آپ سے بڑھ کر کوئی خواہش عزیز نہیں ہے مجھے۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"سارے فساد کی جڑ یہ فلک بوس ہے۔۔۔ نہ میں یہاں رہنے کی ضد کرتی' نہ یہ سب کچھ ہوتا۔۔۔ پہلے آپ کا ایکسیڈنٹ۔۔۔ اور پھر یہ آسیب۔۔۔"

"تم کیوں ایسا سوچتی ہو۔۔۔ تمہاری غلطی نہیں ہے۔" وسامہ نے تڑپ کر کہا تھا' لیکن آئے کت رونے لگی' اس کے پچھتاوے بڑھنے لگے تھے' لیکن وسامہ نے طے کیا وہ لوگ یہاں سے چلے جائیں گے۔ یقیناً "یہ ایک اچھا فیصلہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ ہی سن رکھا ہے آسیب' جس جگہ قابض ہو وہاں کسی کو بسنے نہیں دیتا' تو ممکن ہے آلو شعتی اسی لیے وسامہ کو تنگ کرتی ہو کہ وہ دونوں فلک بوس کو چھوڑ کر چلے جائیں۔

وسامہ نے طے کیا' وہ فلک بوس سے چلے جائیں گے اور دوبارہ کبھی یہاں نہیں آئیں گے اور یہ بھی کہ وہ معاویہ کو قائل کرے گا' وہ فلک بوس کو بیچ دے اور دوبارہ کبھی یہاں نہ آئے۔ یہ طے کرتے ہی وہ قدرے پرسکون ہوا' لیکن اس روز بھی سونے کے لیے اسے نیند کی ایک سے زیادہ گولیوں کا سہارا لینا پڑا تھا۔ نیند جیسے اس سے روٹھ ہی گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

بشام میں اس رات گرج چمک کے ساتھ بارش ہو رہی تھی۔ آئے کت سارے کام سمیٹ کر سونے کے لیے لیٹ گئی' وسامہ اس کے ساتھ لیٹا کروٹیں بدلتا رہا۔

"آپ سو کیوں نہیں جاتے؟"

"نیند نہیں آرہی۔" اس نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بے بسی سے کہا۔ "سونے کی کوشش کریں وسامہ!"

"تم سو جاؤ۔۔۔ میں بھی تھوڑی دیر میں سو جاؤں گا۔" آئے کت نے بڑھ کر اس کے بازو پر سر رکھا اور چند منٹوں میں ہی سو گئی۔ اس روز وہ تھکی ہوئی تھی' سو نیند بھی خوب جم کر آئی۔ وسامہ جب کافی دیر تک کروٹیں بدل بدل کر تھک گیا تو اس نے اٹھ کر نیند کی گولیاں کھائیں۔۔۔ دو' چار۔۔۔ اور وہ جانتا تھا وہ حماقت کر رہا ہے۔ لیکن نیند تھی کہ آکر نہ دے رہی تھی۔ ویسے بھی اسے اب عادت پڑ چکی تھی۔ نیند کی دوائیاں کافی مقدار میں کھانے کی۔ بہرحال اس کے بعد اسے زیادہ تنگ و دو نہیں کرنا پڑی اور وہ گہری نیند سو گیا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا' جب اسے ایسا لگا جیسے کوئی اس کے پاس آکر بیٹھا ہو اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے جاگنے کے لیے کہہ رہا ہو۔ وسامہ کی نیند میں خلل پڑ گیا۔ ویسے بھی گہری نیند میں بھی اسے عجیب عجیب خواب نظر آرہے تھے۔ ہر طرف خون ہی خون دکھائی دے رہا تھا۔

"وسامہ! وسامہ!" ایک خوب صورت آواز اسے پکار رہی تھی۔

وسامہ نے بدقت تمام آنکھیں کھولیں اور بدک کر پیچھے ہٹا' کیونکہ ایک بھیانک چہرہ اس پر جھکا ہوا تھا۔ وسامہ نے چیخ کر آئے کت کو مدد کے لیے پکارنا چاہا' لیکن کریہہ ہاتھ اس کے ہونٹوں پر مضبوطی سے جم گیا۔ وسامہ کی جان لرز گئی۔ اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مر جانے کی حد تک کانپتے ہوئے دل کے ساتھ اس نے پورے جسم کی طاقت لگا کر خود کو آزاد کروایا اور گرتا پڑتا بیڈ سے اٹھا اور گھسٹتا ہوا دروازے کی طرف بھاگنے لگا۔ بیساکھی اس کے ہاتھ میں نہیں تھی' لیکن وہ اتنا خوف زدہ ہو گیا تھا کہ اپنی جان بچانے کے خیال سے سارے جسم

میں ایک الگ ہی قوت بیدار ہوگئی تھی۔ خود کو گھسیٹ کر چلتے ہوئے وہ بار بار مڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے پلنگ سے اترتے ہی وہ آسیب بھی اٹھا اور ہوا پر تیرتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وسامہ کی رفتار میں تیزی آگئی' وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

سارا فلک بوس رات کی خاموشی اور اسرار میں ڈوبا ہوا تھا' باہر بارش تڑتڑ برس رہی تھی اور خوب گرج چمک کے ساتھ شاید صبح تک جاری رہنے والی تھی۔ وسامہ کی سمجھ میں نہیں آیا' وہ خود کو اس آسیب سے بچانے کے لیے کہاں لے کر جائے۔ بالآخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ وہ تیزی سے تہ خانے کی طرف بڑھا اور جیسے تیسے تہ خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ یہاں اور بھی خاموشی اور اسرار پھیلا ہوا تھا۔ ایک انسان اضطراب میں جیسی حرکتیں کرسکتا ہے' وسامہ بھی بالکل ویسے ہی کررہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ خود کو کیسے بچائے' اسے صرف اتنا پتا تھا کہ وہ آسیب اس کے تعاقب میں ہے اور اسے خود کو اس آسیب کے شر سے بچانا تھا۔ تہ خانے میں ایک تابوت نما الماری پڑی ہوئی تھی۔ وسامہ نے ایک آخری سہارے کے طور پر خود کو اس الماری میں چھپالیا دروازہ بند کیا لاک لگ گیا۔

کانپتا ہوا وسامہ الماری کی دیوار کے ساتھ گھستا ہوا نیچے بیٹھ گیا۔ اس کا سارا جسم پسینے میں بھیگا ہوا تھا اور دل بے ہنگم انداز میں دھڑک رہا تھا۔ لیکن وہ خود کو یہاں محفوظ محسوس کررہا تھا۔ چند سیکنڈ وہ ایسے ہی ٹیک لگائے بیٹھا رہا' پھر اس کا ذہن نیند میں ڈوبنے لگا۔ وہ بے چارہ نہیں جانتا تھا' اس کا ذہن وقتی نیند میں نہیں' بلکہ ابدی نیند میں ڈوب رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

بروکلن کے اس خوب صورت کمرے میں بیٹھے ہوئے معاویہ کی آنکھیں بے حد لال ہورہی تھیں۔ وسامہ کی ڈائری کی داستان وہاں ختم ہوجاتی تھی' جہاں سے نیند کی گولیوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ باقی کی ساری باتیں معاویہ کی اپنی خود کی اخذ کردہ تھیں۔ سارے مفروضے تھے جو وسامہ کی موت کے بعد بطور نتیجہ جمع کیے گئے تھے۔ لیکن سو باتوں کی ایک بات معاویہ کے لیے وسامہ کا اس دنیا سے چلے جانا ایک ایسا حادثہ تھا جس نے اس کی ساری شخصیت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس کا بھائی' اس کا دوست چلا گیا۔ معاویہ کے لیے اس سے بڑا غم' اس سے بڑا نقصان اور کوئی نہیں تھا۔ اسے بار بار یہ پچھتاوا ستاتا کہ کاش اس نے وسامہ کی بات کا اعتبار کرلیا ہوتا۔ اگر وسامہ کہہ رہا تھا۔ فلک بوس میں آسیب ہے تو وہ مان کیوں نہیں گیا۔ اگر وسامہ کہہ رہا تھا' کوئی چیز اسے خوف زدہ کرتی ہے تو اس نے یقین کیوں نہیں کیا؟ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ بروقت وسامہ کو سائیکاٹرسٹ کے پاس لے گیا ہوتا اور اگر یہ نہیں تو کم سے کم اسے فلک بوس سے ہی اپنے ساتھ لے گیا ہوتا۔ زندگی میں ان گنت پچھتاوے تھے۔ لیکن ان پچھتاووں سے بھی زیادہ سوال تھے جن کے جواب وہ کئی سالوں سے ڈھونڈ رہا تھا اور جواب اسے ملتے نہ تھے۔ وہ بے خوابی کا مریض یوں ہی نہیں بن گیا تھا۔ زندگی میں بہت حادثات دیکھے تھے۔ اپنے قریبی عزیزوں کو خود سے دور ہوتے دیکھا تھا' ان سے بچھڑنے کا دکھ سہا تھا۔

اس طویل سفر میں وہ' وہ نہیں رہا تھا جو تھا اور جو بن گیا تھا ویسا کبھی بننا نہیں چاہتا تھا۔ دنیا کے لیے وہ ایک راز بن چکا تھا جو کسی پر کھلتا نہ تھا اور بہت سے راز تھے جن کا سراغ وہ تلاش نہ کرپایا تھا۔ اس وقت بھی اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ وہ سونا چاہتا تھا' لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ معاً اسے کچھ خیال آیا تو وہ اٹھا اور اپنے

اپارٹمنٹ سے باہر آگیا۔اس کا رخ ایڈمز اسٹریٹ کی طرف تھا۔وہ جگہ جہاں منفرا کا ہاسٹل تھا۔

☆☆☆

مونٹوک جانے کے لیے منفرا جتنی پرجوش ہو رہی تھی' اس صبح معاویہ سے ملاقات کے بعد اس سارے جوش و خروش پر جیسے پانی گر گیا۔وہ خود نہیں جانتی تھی۔ایسا کیوں ہوا'لیکن اب وہ پہلے کی طرح تیاریاں نہیں کر رہی تھی۔پارک سے واپس آکر اس نے اطمینان سے شاور لیا۔پنیر اور چکن سے بنا ہوا ڈبل پیٹی سینڈوچ کھایا۔اس سینڈوچ کو بنانے میں اس نے جان بوجھ کر ایک گھنٹہ صرف کیا تھا۔سینڈوچ کے ساتھ بہت اسٹرانگ سی کبھی چینو بنائی۔

ٹی وی لگا کر جب وہ اس کے سامنے بیٹھی اپنا سینڈوچ کھا رہی تھی اور کافی کے گھونٹ لے رہی تھی تو ایسا لگتا تھا دنیا میں اس سے زیادہ فارغ انسان اور کوئی نہ ہوگا اور یہ بھی کہ اس ڈائٹنگ کے دوران اس قدر ہائی کیلوریز ناشتا اس کے وزن میں کتنے پاؤنڈز کا اضافہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔وہ بلاوجہ خوش تھی اور اس خوشی کی اصل وجہ اس کے لاشعور میں چھپی ہوئی تھی۔

منفرا نے ڈاکٹر ریمسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بڑا سنبھال کر رکھا تھا۔ایسے جیسے وہ نسخہ نہ ہو'کوئی مقدس صحیفہ ہو۔

اس روز چار بار بغیر کسی وجہ کے وہ نسخہ نکال کر اس نے دیکھا اور تسلی کر کے اپنی الماری میں رکھ دیا۔شام میں اسے مارکیٹ جانا پڑا جہاں اسے معاویہ کی کال موصول ہوئی'وہ اس کے ہاسٹل کے باہر کھڑا تھا اور اپنا نسخہ لینے آیا تھا۔

یہ سنتے ہی کہ معاویہ ہاسٹل آیا ہوا ہے'منفرا کے اندر جیسے بجلی سی بھر گئی۔اس کے حساب سے نسخہ اسے صبح معاویہ کے حوالے کرنا تھا۔اس طرح اچانک اس کا ہاسٹل پہنچ جانا خاصا حیران کن بات تھی۔وہ بھی اس صورت حال میں جبکہ اس نے بے حد سرسری انداز میں ہاسٹل کا ایڈریس اسے بتایا تھا۔بہرحال منفرا نے اس سے چند منٹ انتظار کرنے کا کہا۔(چند منٹ اس نے اپنی ایکسائٹمنٹ میں کہہ دیا تھا'جبکہ ہاسٹل کم سے کم بھی آدھا گھنٹے کی مسافت پر تھا۔) اگلا کام بھاگم بھاگ اپنا بل ادا کرنے کے بعد پارکنگ سے اپنی سائیکل نکال کر ہوا کی رفتار سے چلانے کا تھا۔اس سے زیادہ تیز سائیکل شاید اس نے زندگی میں کبھی چلائی ہو'لیکن اس کے باوجود اس کے پہنچنے سے پہلے معاویہ ٹی پی سے نسخہ لے کر جا چکا تھا اور یہ بات منفرا کے لیے کسی صدمے سے کم نہیں تھی۔

"اسے جلدی تھی۔۔۔بار بار تمہیں بلانے کے لیے کہہ رہا تھا تو مجبوراً"میں نے پرسکرپشن اسے دے دیا۔"

ٹی پی نے بھی معذرت خواہانہ انداز میں کہا تھا۔وہ منفرا کی ایکسائٹمنٹ دیکھ چکی تھی اور جانتی تھی۔منفرا اپنے منہ سے تسلیم کرے یا نہ کرے'لیکن وہ معاویہ میں دلچسپی لے رہی تھی اور یہ بات اسے کچھ خاص پسند نہیں آرہی تھی۔معاویہ عجیب معمہ سا انسان تھا۔اس کے ماتھے پر لکھا تھا۔وہ کبھی نہ سلجھنے والی پہیلی ہے اور ٹی پی نہیں چاہتی تھی'منفرا اس پہیلی میں الجھے۔خصوصا" تب جب وہ اس حالیہ ملاقات میں معاویہ کے بارے میں کچھ اور اندازے بھی لگا چکی تھی۔

"تم اتنی مایوس کیوں لگ رہی ہو؟ کیا میں یہ سمجھوں'تمہیں میرا اسے پرسکرپشن دینا برا لگا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"منفرا نے ست سے انداز میں کہا۔ٹی پی اس کے انداز سے خفیف سی ہو گئی۔

"میں نہیں چاہتی تھی تم اس میں دلچسپی لو۔مجھے لگتا ہے'وہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔"

"کم آن ٹی بی! میں صرف اس پر تھوڑی ریسرچ کرنا چاہتی ہوں۔ وہ ایک اچھا پروجیکٹ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور اس سے آگے میں کچھ نہیں سوچ رہی۔" منفرا نے کہا۔ "آر یو شیور؟" ٹی بی جانے کیوں مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔

"سو فیصد۔۔۔" منفرا مسکرائی۔ "میں نوڈلز لائی ہوں۔۔۔ چلو ذرا پیٹ پوجا کا بندوبست کرتے ہیں۔"
محض ٹی بی کو چیئر اپ کرنے کے لیے اس نے کہا تھا' اپنا دل تو بجھ سا گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

کیف نے اپنا بیگ پیک کر کے رکھا اور ایک طرف بیٹھ کر بڑی خاموشی سے ان چار گھنٹوں کے گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ چار گھنٹے بعد اسے اسلام آباد کے لیے روانہ ہونا تھا۔

"کیف بیٹا!"

"جی امی؟"

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو کر جا رہے ہو؟"

"نہیں امی! میری اتنی مجال کہاں۔"

"شکر ہے اللہ کا۔ اس نے ایسی تابع دار اور احترام کرنے والی اولاد سے نوازا ہے۔"
صباحت بیگم نے ہاتھ اٹھا کر رب کا شکر ادا کیا۔ تو کیف نے انہیں ناراضی سے دیکھا' یعنی اس کے لہجے کی اتنی رکھائی کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ امی کے نزدیک صرف یہ اہم تھا کہ وہ ہنستا ہوا' بات کرتا ہوا نظر آ رہا ہے' دل میں جو ہے وہ رہے۔

"جی ہاں۔۔۔ نہ صرف تابع دار' احترام کرنے والی اولاد سے نوازا ہے' بلکہ بہت ہی بے وقوف اولاد سے بھی نوازا ہے۔" وہ جل کر بولا تھا۔
کچھ دور بیٹھی فہمینہ نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"دیکھو۔۔۔ تمہاری ناراضی اپنی جگہ درست' صحیح۔۔۔ لیکن مجھے بے وقوف کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے مذاق کیا تھا۔ صباحت بیگم نے حیرانی سے اپنے دونوں بچوں کو دیکھا جن کی کوئی بھی بات کم سے کم ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"میں تمہیں نہیں خود کو کہہ رہا ہوں۔" کیف فرید جھلا کر بولا' اس کی کوئی بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی یا شاید کوئی سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"اچھا۔۔۔ پھر ٹھیک ہے۔" وہ دوبارہ اپنی کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ارے کوئی مجھے بھی بتائے گا' آخر یہاں ہو کیا رہا ہے؟" صباحت بیگم نے کہا۔ "یہاں کچھ نہیں ہو رہا۔۔۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اب تک آپ نے اور ابو نے مجھے بے وقوف بنا کر رکھا ہوا تھا۔ بچپن سے یہ ہی کہتے آئے ہیں کہ کیف ہمارا لاڈلا اکلوتا بیٹا ہے۔۔۔ اس کی کوئی بات نہیں ٹالی جا سکتی۔۔۔ مجھے اب پتا چلا' میری کوئی بات آپ لوگ مان ہی نہیں سکتے۔" صباحت بیگم نے گہری سانس بھر کر پہلو بدلا اور بولیں۔

"جس چیز پر خود اب روشن کو ہی اعتراض نہیں ہے' تم نے اس کو ضد کیوں بنا لیا ہے؟"

"بات ضد کی نہیں ہے امی! آپ لوگوں نے مجھے ہرٹ کیا ہے۔۔۔ کیا گھر کے اکلوتے بیٹے کی اتنی سی بات بھی نہیں مانی جا سکتی تھی؟ اور کس مان سے جا کر میں نے خوش نصیب سے کہا تھا کہ وہ لوگ میرا کمرہ لے سکتے ہیں۔"

اسے سخت قلق ہو رہا تھا۔

"اے ہائے... ایک تو یہ منحوس ماری خوش نصیب..." صباحت بیگم بھڑک کر بولیں۔

"خوش نصیب کو کچھ مت کہیں... وہ آپ کی مستقبل قریب کی بہو ہے۔ ایسا کوئی لفظ نہ بولا کریں اس کے لیے... جس کے لیے بعد میں آپ کو پچھتاوا ہو۔" اس نے نروٹھے پن مگر اطمینان سے کہا اور باہر نکل گیا۔

فہمینہ، جو کب سے کتابوں میں سر دیے بیٹھی تھی، اس بات پر ایسے چونکی جیسے جانتی ہو، کہ بخت جنگ کا بگل بجا گیا ہے۔

صباحت بیگم ہکا بکا۔ کیف جا چکا تو چند منٹ بعد بولنے کے قابل ہوئیں اور ایسے جیسے انسان عظیم ترین صدمے سے نکل ہی نہ پا رہا ہو

"اے... اے... فہمینہ! میں مرتی مر جاؤں گی، لیکن اس پھوہڑ پیری کو اپنی بہو نہیں بناؤں گی۔" یک دم وہ بھڑک کر بولی تھیں۔

"اوہو... آپ کس کی باتوں پر دھیان دے رہی ہیں... جانتی تو ہیں، کیف کی مذاق کرنے کی عادت ہے۔" وہ بے چاری پریشان ہو گئی کہ کیسے بات سنبھالے۔

"ارے ہاں... مذاق ہی کر رہا ہو گا۔" صباحت بیگم نے ایسے کہا جیسے اس بات پر بھی یقین نہ ہو، لیکن خود کو یقین دلانا چاہتی ہوں۔

"مذاق ہی کر رہا تھا امی! آپ خواہ مخواہ جذباتی ہو گئیں... خود سوچیں، کہاں ہمارا لاکھوں میں ایک شہزادوں جیسا کیف... اور کہاں وہ پھوہڑ پیری، کالی کلوٹی، موٹی ناک والی خوش نصیب۔"

صرف ماں کا بلڈ پریشر نارمل کرنے کے لیے وہ ہر وہ لفظ بولتی چلی گئی جو خوش نصیب کا ذکر کرنے کے لیے ان کا من پسند ہو سکتا تھا۔ حالانکہ نہ تو خوش نصیب کی ناک موٹی تھی، نہ رنگ کالا۔

"اور چال دیکھی ہے اس کی... ایسے لہرا کر چلتی ہے جیسے دائیں بائیں چار چیزیں اپنی جگہ سے ہلا کر چھوڑے گی۔" صباحت بیگم نے قدرے مطمئن ہو کر کہا ساتھ ہی بولیں۔

"اے فہمی! شام تک فضیلہ کا مہمان نہ آ رہا ہوتا تو میں خود ہی پوچھ لیتی، لیکن اب وقت نہیں ہے... تو کیف سے نزدیک ہے... بڑی باتیں کرتے ہو تم دونوں بہن بھائی... ذرا سن گن لیتی رہنا... ایسا نہ ہو کیف کے دل میں وہ بدبخت ڈیرا ڈالے بیٹھی ہو اور ہمیں کانوں کان خبر نہ ہو۔" "آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں امی! میں کہہ تو رہی ہوں۔ کیف مذاق میں کہہ گیا ہے۔"

"تم سے جیسا کہا ہے ویسا کرو... کل کو سر پکڑ کر رونے سے بہتر ہے ابھی سدباب کر لیا جائے۔ ویسے بھی بڑی سائڈ لیتا پھرتا ہے خوش نصیب کی... کب کھوپڑی گھوم جائے، کچھ پتا نہیں... مرد کی نرم دلی بعض اوقات بڑے مسائل کھڑے کر دیتی ہے اور یہ ہمارا کیف تو ہے بھی معصوم... اس چلتر کی باتوں میں آ کر کوئی انتہائی قدم ہی نہ اٹھا لے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھ گئیں اور فہمینہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

فضیلہ چچی کا مہمان نہ ہوا، آسمان سے اترا ہوا کوئی شہزادہ ہو گیا۔ جس کی سواری باد بہاری سیدھی کوہ قاف سے فضل منزل میں اترنے والی تھی۔

فضیلہ چچی نے کچھ ایسا ہی نقشہ کھینچ دیا تھا کہ سب ہی کی منتظر نگاہیں بار بار مرکزی دروازے تک آ کر پلٹ جاتی

تھیں۔ کچن ہائی الرٹ تھا۔ روشن آرا کو ایسی لمبی فرمائشی کھانوں کی لسٹ تھمائی گئی تھی کہ سارا ہی گھر انواع و اقسام کی خوشبوؤں سے بھر گیا تھا۔ ان کے ہاتھ میں ایک تو ذائقہ بھی بہت تھا' پھر کچھ کھانا بناتی بھی بہت خوش دلی سے تھیں۔ ذائقہ خود بخود دوچند ہو جاتا تھا۔

ماہ نور ان کی مدد کو موجود تھی' رنمہا اور صیام کو صبح سے ہی تیار رہنے کا حکم ملا ہوا تھا۔ نہمینہ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ تھی' سو اس سے ایسی ایکٹوٹیز میں مدد کی توقع ذرا کم کم ہی رکھی جاتی تھی۔ باقی بچی خوش نصیب۔۔۔ تو اسے اپنی روشن امی اور ماہ نور کے صبح سے کچن میں گھسے ہونے کا ایسا زبردست افسوس لاحق تھا کہ اس نے کچن میں جھانک کر بھی نہ دیکھا۔ کہ نہ دیکھے گی نہ دل جلے گا۔ سارا وقت اوپر اپنے کمرے میں گھسی کبوتروں کی غٹرغوں سنتی رہی اور دل جلاتی رہی۔

شکر ہوا جب بارہ بجے کے قریب فریحہ آگئی۔ خوش نصیب کو اتنی زیادہ خوشی فریحہ کے آنے سے نہیں ملی تھی' جتنی وہ فریحہ کے ہاتھوں میں پکڑی لاہوری چرغے کی پلیٹ کو دیکھ کر خوش ہوئی۔

"اُف۔۔۔ قسم خدا کی۔۔۔ اتنی اچھی تم مجھے کبھی نہیں لگیں جتنی اس وقت لگ رہی ہو۔"

خوش نصیب نے خوب گہری سانس کھینچ کر چرغے کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے کہا۔

"ثمرین کے سسرال والے آرہے ہیں۔ امی نے ان کے لیے بنایا تھا۔۔۔ میں نے سوچا' تمہیں بھی چکھادوں۔"

"ہائے۔۔۔ ماں صدقے جائے۔۔۔ تم بھی کبھی کتنا اچھا سوچ لیتی ہو فریحہ!" وہ نثار ہوتی نظروں سے فریحہ کو دیکھ کر بولی۔

فریحہ کو ہنسی آگئی۔ "پاگل ہی ہو۔"

"اچھا اس طرف آجاؤ۔" وہ فریحہ کو کمرے سے منسلک اس گیلری میں لے گئی جو فضل منزل کے صحن کی طرف کھلتی تھی۔ سامنے کی دیوار میں ساتھ ساتھ تین جھروکے بنے ہوئے تھے۔ جن پر فی الوقت چقیں لٹک رہی تھیں۔ جھروکوں سے آگے دو چارپائیاں بچھی تھیں۔ جن پر خوش رنگ چادریں پھیلائی گئی تھیں۔ چارپائیوں کے درمیان بس اتنا ہی فاصلہ تھا کہ ایک انسان باسہولت کھڑا ہو سکے۔

خوش نصیب نے آگے بڑھ کر چقوں کی ڈوریاں کھینچیں' یہاں تک چقیں چھت سے جالگیں اور باہر سے چھن چھن کر آتی روشنی مٹھی بھر دھوپ کے ساتھ ساری گیلری میں پھیل گئی۔ خوش نصیب نے فریحہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود دوسری چارپائی پر بیٹھ کر چرغے سے انصاف کرنے لگی۔

فریحہ متاثر کن انداز میں ساری گیلری کو دیکھ رہی تھی۔ "واہ۔۔۔ بڑا اچھا سیٹ کرلیا ہے سب کچھ۔۔۔"

"سب روشن امی اور ماہ نور کے سگھڑ پنے کا کمال ہے۔" خوش نصیب نے فخریہ انداز میں کہا۔

"یہ چقیں دیکھ رہی ہو؟ ان دونوں نے مل کر بنائی ہیں اور وہ بھی صرف سات دن میں۔۔۔"

فریحہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"اتنا خوب صورت کام انہوں نے کیسے کرلیا؟" وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک چق کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے متاثر کن انداز میں بولی۔

خوش نصیب نے ذرا دیر کو ہاتھ روک کر تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟ میری امی اور بہن کوئی خوب صورت کام نہیں کرسکتیں کیا؟"

"ہائے۔۔۔ ہائے۔۔۔" فریحہ نے سر پیٹ لیا۔ "تمہیں تو سوال بھی پورے سیاق و سباق کے ساتھ سمجھانا پڑتا ہے۔۔۔ مجال ہے' جو آدھے جملے سے بات سمجھ لو۔"

"ہاں۔۔۔ تو میں ٹھہری سیدھی سادی معصوم لڑکی۔۔۔ تمہاری طرح چالاک تھوڑی ہوں جو ایک جملے سے پوری

ستان اخذ کر لے۔" وہ اترا کر بولی۔

"لو اور سنو۔۔۔ کہہ کون رہا ہے۔" فریحہ نے مذاق اڑایا۔ "پورا محلہ واقف ہے تمہاری معصومیت اور سیدھے سادے پن سے۔۔۔"

"اچھا اب ایک چرغہ کھلا کر اتنی باتیں مت سناؤ۔" خوش نصیب نے ہاتھ لہرا کر کہا۔ "روشن امی اور ماہ نور کا کام پسند آیا یا نہیں۔"

"ایسا بہترین کام ہے کہ کیا بتاؤں۔" اس نے بڑے دل سے سراہا۔

"میں تو سوچ رہی ہوں ثمرین سے کہوں روشن خالہ سے ایسی چقیں بنوا کر اپنے جہیز میں رکھ لے۔۔۔ قسم سے مہمان بڑھ جائے گی جہیز کی۔"

"ہاں بنوا لے۔۔۔ روشن امی کو ویسے بھی لڑکیوں کے جہیز کی چیزیں بنانے کا بہت شوق ہے۔۔۔ یاد نہیں۔۔۔ پچھلی گلی والی نغمانہ کے لیے کیسی بہترین کروشیے کی چادر بن کر دی تھی۔"

"یاد ہے۔۔۔ بہت نرم دل ہے روشن خالہ کا۔۔۔ ماہ نور بھی بالکل ان کے جیسی ہے۔۔۔ تم پتا نہیں کس پہ چلی گئیں۔"

"زیادہ بک بک مت کرو۔۔۔ ہمارے گھر آج فضیلہ چچی کا کوئی مہمان آ رہا ہے۔۔۔ مہمان ایک ہے، لیکن دعوت کا کھانا ایسے بن رہا ہے جیسے کسی کا چھوٹا سا ولیمہ منعقد ہونے جا رہا ہو۔۔۔ تم نے زیادہ زبان چلائی تو میں ایک بھی چیز تمہارے گھر نہیں بھجواؤں گی۔"

"بیٹا! فضیلہ چچی کا مہمان ہے۔ انہوں نے تمہیں ہی کھانے کو دے دیا تو بڑی بات ہو گی۔" فریحہ خوب ٹھٹھا لگا کر ہنسی تھی۔ خوش نصیب مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"اچھا سنو۔۔۔" فریحہ نے احتیاط سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا، جیسے اس بات کا یقین کر رہی ہو کہ کوئی ان کی بات تو نہیں سن رہا۔

"تیری پیر والے بابا جی نے تمہارے لیے پیغام بھیجا ہے۔"

وہ کھسکتی ہوئی جا کر خوش نصیب کے ساتھ بیٹھ گئی اور سرگوشی کی سی آواز میں بولی۔

"بیڑہ غرق۔۔۔" خوش نصیب کے حلق میں نوالہ پھنس گیا۔ آنکھیں صدمے سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ منہ بند کرنا بھی بھول گئی۔

"ابھی ایک ملاقات ہوئی نہیں اور بابا جی نے پیغام بھی بھجوا دیا۔۔۔ بڑے ہی کوئی "ڈھیٹ" قسم کے بابا جی ہیں۔۔۔ اور کچھ نہیں تو کم سے کم میری اور اپنی عمر کا فرق ہی دیکھ لیتے۔۔۔ اونہہ۔۔۔ میں تمہیں صاف بتا رہی ہوں فریحہ! میں کوئی ان سے شادی وادی نہیں کروں گی۔"

فریحہ ہکا بکا۔

"کک۔۔۔ کیا بول رہی ہو خوش نصیب! تمہاری شادی کیوں ہونے لگی بابا جی سے۔۔۔؟"

"ارے۔۔۔ تم نے خود ہی تو کہا۔۔۔ بابا جی نے پیغام بھیجا ہے۔" وہ تنک کر بولی۔

"فٹے منہ تمہارا۔" فریحہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ "پیغام بھجوانے کا مطلب صرف یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ شادی کا پروپوزل بھیجا ہے۔"

"اچھا۔۔۔" اس نے آنکھیں پٹ پٹائیں اور معصومیت سے بولی۔ "اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا؟ پھر کیا مطلب ہوتا ہے فریحہ!"

"ارے وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے جھلا کر کہا۔ "کوئی ضروری بات بتانا چاہتے ہیں۔"

خوش نصیب اسے چڑا رہی تھی بس۔ لیکن اس وقت ذرا چپ سی رہ گئی۔

"نہیں فریحہ! میں اب باباجی کے پاس نہیں جاؤں گی۔" اس نے سنجیدگی اور قطعیت سے کہا تھا۔
"لیکن خوش نصیب!"
"یار! لیکن ویکن کچھ نہیں ـــ روشن امی کو ذرا بھی خبر ہوگئی کہ میں مزار پر جاتی ہوں تو وہ بہت ناراض ہوجائیں گی ـــ میں دنیا میں ہر چیز برداشت کرسکتی ہوں، روشن امی کی ناراضی نہیں۔"
"لیکن اگر تم نہیں جاؤ گی تو باباجی ناراض ہوجائیں گے۔" فریحہ نے کہا۔ "میری امی کہتی ہیں یہ اللہ لوک ہوتے ہیں، ان کی دوستی سے جتنا مرضی فائدہ اٹھاؤ، لیکن کبھی انہیں یا کسی بھی ایسے بزرگ کو ناراض نہ کرنا، ورنہ بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔"
وہ اپنی طرف سے بڑا اچھا بن کر سمجھا رہی تھی۔
"وہ تو ٹھیک ہے۔" خوش نصیب الجھن آمیز لہجے میں بولی۔ "لیکن اس روز باباجی سے مل کر میری بڑی عجیب طبیعت ہوگئی تھی۔ سارا وقت ایسا لگتا رہا تھا جیسے سر گھوم رہا ہے۔"
"وہ کسی اور وجہ سے ہوا ہوگا۔" فریحہ نے پریقین لہجے میں کہا۔ "میں اتنے عرصے سے باباجی کے پاس حاضری دینے جارہی ہوں ـــ میرے ساتھ تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔"
"عجیب بات ہے ـــ پھر میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟" وہ چرغہ کھانا بھول گئی۔
"اچھا چھوڑو نا ـــ" فریحہ نے اس کا دھیان بٹایا۔ "شام کو چلیں پھر ـــ؟"
خوش نصیب ذرا دیر کو سوچ میں پڑگئی۔
"گھر میں مہمان آرہے ہیں ـــ شام کو گھر سے نکلی تو فضیلہ چچی کے ساتھ ساتھ روشن امی بھی برا مانیں گی۔" اس نے عذر تراشا۔
"ٹھیک ہے ـــ جیسے تمہاری مرضی ـــ"
"اچھا تم تو ناراض مت ہو ـــ"
"بات ناراضی کی نہیں ہے ـــ" فریحہ نے کہا۔ "باباجی نے کہا ہے کہ تم سے ملنا ہے تو تمہیں وہاں جانا ہی ہوگا ـــ ورنہ دیکھ لینا، باباجی تمہیں اپنے طریقے سے بلوالیں گے۔"
یہ دھمکی نہیں تھی، لیکن خوش نصیب کو دھمکی کی طرح ہی لگی۔
"ایسا کیا کریں گے تمہارے باباجی؟"
"یہ تو مجھے پتا نہیں ـــ لیکن بلوالیں گے ـــ یہ یقین ہے مجھے ـــ"
"اچھا ـــ" اس نے لحظہ بھر کو سوچا۔ "ایک کام کرتے ہیں ـــ اگر آج بھی مجھے شامیر کی گاڑی نظر آگئی تو میں تمہارے ساتھ باباجی کے پاس چلوں گی۔"
اس نے بس ایسے ہی کہہ دیا تھا۔
"شامیر کون؟"
"ہے کوئی ـــ" اس نے جلدی سے بات ہی بدل دی۔ "ثمرین کو بتانا، چرغہ بہت اچھا بنا تھا۔"
"ہائے توبہ ـــ تم سارا کھا گئیں ـــ اس میں ماہ نور کا بھی حصہ تھا۔"
"ماہ نور میری بہن ہے ـــ میں نے کھایا، اس نے کھایا ـــ ایک ہی بات ہے۔" اس نے فریحہ کو تسلی دی تھی۔

☆ ☆ ☆

فہمینہ اسے ڈھونڈتی ہوئی عرفات ماموں کے پورشن میں آئی ـــ وہ صباحت بیگم کا سکون برباد کرکے اطمینان

سے عرفات ماموں کے برآمدے کی سیڑھیوں میں بیٹھا ریڈیو پر گانے سننے میں مصروف تھا۔ بہن نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے گھورا۔ وہ آنکھیں بند کیے سر دھن رہا تھا۔ فہمینہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کانوں سے ہیڈ فون اچک لیے۔

"تم سے کس نے کہا تھا امی کے سامنے اول فول بک کر جاؤ۔"

"اب میں نے کیا کر دیا؟" وہ حیران۔۔۔

"امی کے سامنے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ خوش نصیب کو ان کی بہو بننا ہے؟"

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔" کیف خفیف سا ہو گیا۔ "جو بات چند سال بعد انہیں پتا چلنی ہے، وہ ابھی کیوں نہ پتا چلے۔"

"ہر بات کو کرنے کا ہر وقت نہیں ہوتا میرے بھائی! ہر بات کے لیے ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔"

"اور وہ مناسب وقت کب آئے گا؟" کیف نے الٹا اسی سے پوچھا۔

"مجھے تو نہیں لگتا ایسا مناسب وقت کبھی آئے گا جب میں خوش نصیب کے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر سکوں۔۔۔"

فہمینہ نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا اور چوکڑی جما کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔۔۔ تم نے بھی تو وہاں دل لگایا ہے جہاں کوئی دشمنی نہیں لگاتا۔" معنی خیز انداز۔۔۔

"کوئی دشمنی اس لیے نہیں لگاتا کیونکہ جھگڑنے میں خوش نصیب سے کوئی نہیں جیت سکتا۔ دل کے معاملات میں وہ اناڑی ہے۔۔۔ محبت میں مجھ سے نہیں جیت سکے گی۔" وہ زیر لب مسکرایا، آنکھوں میں یقین بھر کے۔۔۔

"تم اور تمہاری خوش فہمیاں۔۔۔"

فہمینہ نے دل میں آمین کہا، لیکن منہ سے یہ بولی۔

"امی اپنا بلڈ پریشر ہائی کیے بیٹھی ہیں۔۔۔ اب جا کر خود ہی سنبھالو۔"

"تمہیں ایم بی بی ایس کس لیے کروا رہے ہیں؟" کیف نے ابرو اچکا کر پوچھا۔ "ایک ہائی بلڈ پریشر کا مریض نہیں سنبھال سکتیں۔ آئی سی یو میں ڈیوٹی لگے گی تو کیا کرو گی؟"

"کیف پاگل پن کی باتیں مت کرو۔" وہ بولی تب ہی صباحت بیگم بھی اسے تلاش کرتی وہیں آ گئیں۔ کیف کو دیکھ کر شاد ہوئیں اور جلدی سے قریب آ کر بولیں۔

"اے کیف! چل۔۔۔ میرے سر کی قسم کھا کہ دوبارہ ایسی بات نہیں کرے گا۔" وہ جذباتی ہو رہی تھیں۔

"امی! دونوں بہن بھائی ہی جھلا گئے۔

"ہاں تو کیوں۔ ایسی فضول بات کی ہے کہ میرے دماغ میں گھنٹیاں بج رہی ہیں۔" وہ دل پر ہاتھ رکھے بول رہی تھیں۔

"امی! میری سمجھ میں نہیں آ رہا آپ اتنا اوور ری ایکٹ کیوں کر رہی ہیں۔" فہمینہ جھنجلا گئی۔ "ویسے تو کیف مذاق ہی کر رہا تھا۔۔۔ لیکن اگر اس کی بات سچی بھی تھی تو اس میں کون سی بری بات ہے۔۔۔ خوش نصیب اتنی اچھی لڑکی تو ہے۔" "اے بیٹی! اچھی وہ صرف تمہاری نظر میں ہے۔۔۔ میرا تو بڑھاپا گلا کر رکھ دے گی۔" وہ متنفر لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ایسی نحوست ہے اس لڑکی کی کہ بنتے کام بگاڑ دیتی ہے۔۔۔ میں اپنا بیٹا داؤ پر نہیں لگا سکتی۔" وہ بڑی جذباتی ہو کر بولنے لگ گئی تھیں۔

"اے کیف! چل میرے لال! کھا میرے سر کی قسم۔۔۔"

کیف بری طرح جھنجلا گیا۔ "قسم وسم تو میں نہیں کھاؤں گا۔" اس نے صاف ہی کہہ دیا' اس کے باوجود کہ فہمینہ مسلسل اسے امی کی بات ماننے کے اشارے کر رہی تھی اور اس کا جواب سنتے ہی صباحت بیگم کو ہول اٹھنے لگے تھے۔

"ارے... تو کیا میں سمجھوں وہ بات درست تھی؟" وہ دہل ہی گئی تھیں۔

"امی! کیف کی بات تو پوری سن لیں۔" فہمینہ ان کے اتنے جذباتی پن سے جہاں چڑ رہی تھی' وہیں اسے کیف پر بھی غصہ آرہا تھا جو معاملے کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہا تھا۔ اس نے امی کو اپنے بازو کے حصار میں لیا' ساتھ ہی نظر بچا کر ایک ٹھو کر کیف کے پاؤں پر رسید کی' تاکہ اسے کوڈ ورڈ میں بات سمجھا سکے۔ کیف چڑ گیا۔ جھنجلا گیا' پھر ماں کی حالت کے آگے جیسے ہار مان کر بجھے ہوئے لاچار دل کے ساتھ بولا۔

"مذاق کر رہا تھا میں... دوبارہ ایسی بات نہیں کروں گا۔" اس نے منہ موڑ کر بچوں کی طرح کہا۔

"کھا میرے سر کی قسم۔" صباحت بیگم نے فٹ سے کہا۔

"یہ قسمیں وسمیں کھانے کی باتیں مجھ سے مت کیا کریں۔" وہ چڑ کر بولا۔ "کہہ دیا نا' دوبارہ ایسی بات نہیں کروں گا تو نہیں کروں گا۔" وہ جھنجلا کر اٹھا اور وہاں سے ہی چلا گیا۔ صباحت بیگم کا دل مزید ہولنے لگا۔

"میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا فہمی! تو مان نہ مان... کوئی بات ضرور ہے کیف کے دل میں..."

"اللہ کو مانیں امی! وہ کہہ تو رہا ہے مذاق کر رہا تھا۔"

"اس چڑیل کا کیا پتا... ڈورے ڈال کر میرا بیٹا قابو کر لیا تو...؟"

"وہ چڑیل آپ کے بیٹے کی طرف دیکھنے کی روادار نہیں ہے... آپ پتا نہیں کیا کیا وہم پالے بیٹھی ہیں۔" وہ چڑ کر بولی اور یہ بات صباحت بیگم کے سر پر لگی تلوؤں میں جا کر بجھی۔

"اے کیا کمی ہے میرے کیف میں... وہ تو میرا بیٹا ہی اس مرن جوگی کو گھاس نہیں ڈالتا' ورنہ کب کی میری بہو بن کر بیٹھی ہوتی۔"

اچانک ان کے اندر کی بیٹے کی ماں جاگ اٹھی تھی۔ فہمینہ نے جھنجلا کر سر پر ہاتھ مارا اور ان کے پیچھے چل پڑی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)